

بھاگ کر جھپٹ گئے۔ نام دیو کام میں لگا رہا۔ اسے کیا معلوم تھا کہ قضاں کے سر پر کھیل رہی ہے۔ کھیوں کا غصب ناک، حملہ اس غریب پر ٹوٹ پڑا۔ اتنا کاٹا کہ وہ بے دم ہو گیا۔ اسی میں جان دے دی۔

وہ بہت سادہ مزاج، بھولا بھالا تھا۔ اس کے چہرے پر بشاشت اور لبوں پر مسکراہٹ رہتی۔ چھوٹے بڑے ہر ایک سے جھک کر ملتا۔ غریب تھا اور تنخواہ بھی کم تھی، اس پر بھی اپنے غریب بھائیوں کی سماط سے بڑھ کر مدد کرتا رہتا تھا۔ کام سے عشق تھا اور آخ کام کرتے کرتے ہی اس دنیا سے رخصت ہو گیا۔

گرمی ہو یا جاڑا، دھوپ ہو یا سایہ، وہ دن رات برابر کام کرتا رہا۔ اسے کبھی یہ خیال نہ آیا کہ میں بہت کام کرتا ہوں یا میرا کام دوسروں سے بہتر ہے۔ اسی لیے اسے اپنے کام پر فخر یا غرور نہ تھا۔ وہ سب کو اچھا سمجھتا اور سب سے محبت کرتا تھا۔ وہ غریبوں کی مدد کرتا، وقت پر کام کرتا، آدمیوں، جانوروں، پودوں کی خدمت کرتا۔

جب کبھی مجھے نام دیو کا خیال آتا ہے تو میں سوچتا ہوں کہ نیکی کیا ہے اور بڑا آدمی کسے کہتے ہیں۔ ”ہر شخص میں قدرت نے کوئی نہ کوئی صلاحیت رکھی ہے۔ اس صلاحیت کو درجہ کمال تک پہنچانے میں ساری نیکی اور بڑائی ہے۔ لیکن درجہ کمال تک پہنچنے کی کوشش ہی میں انسان، انسان بتتا ہے۔“ حساب کے دن جب اعمال کی جانچ پڑتا ہو گی تو خدا پوچھئے گا کہ میں نے جو استعداد تجھ میں دیجت کی تھی، اسے کمال تک پہنچانے اور اس سے کام لینے میں تو نے کیا کیا؟ اور خلقُ اللہ کو اس سے کیا فیض پہنچایا؟ اگر نیکی اور بڑائی کا یہ معیار ہے تو نام دیونیک تھا اور بڑا بھی۔

(ماخوذ از: ”چند ہم عصر“)



سوال ۱: درج ذیل سوالات کے جواب دیجیے:

- (الف) نام دیو کس باغ میں مالی تھا؟
- (ب) مُصِّف کو نام دیو کی کون سی حرکتوں پر تجھب ہوتا تھا؟
- (ج) اس سبق میں نام دیو مالی کی کون کون سی خوبیاں بیان کی گئی ہیں؟
- (د) پانی کی قلت بری ہی تو نام دیو نے کیا کیا؟
- (ه) نام دیو کو بچوں کے علاج میں کیسے مہارت حاصل ہوئی؟

سوال ۲: درست جواب پر (✓) کا نشان لگائیے:

- (الف) نام دیو تھا ایک:

- (۱) مالی (۲) ڈرائیور (۳) چوکی دار (۴) خانہ مال
- (ب) ڈاکٹر صاحب کو آدمی پر کھنے میں بھی تھا:
- (۱) کمال (۲) اندازہ (۳) خیال (۴) جمال
- (ج) ”نام دیو نے سارے چین کو آئینہ بنارکھا تھا۔“ اس جملے میں آئینہ بنانے کا مطلب ہے:
 (۱) خوب صورت بنادیا (۲) رُگلوں سے سجادیا
 (۳) صاف سترہ کر دیا (۴) نرم و نازک کر دیا
- (د) ماں اپنے بچوں کو دیکھ کر ہوتی ہے:
 (۱) ناراض (۲) خوش (۳) افرادہ (۴) مول
- (ه) نام دیو غریب تھا اور تنخواہ بھی تھی:
 (۱) زیادہ (۲) کم
 (۳) بہت زیادہ (۴) بہت کم

سوال: درج ذیل خالی جگہ میں درست الفاظ سے پُر کیجیے:

(الف) ہر شخص میں قدرت نے کوئی نہ کوئی رکھی ہے۔

(ب) گدلا پانی پودوں کے حق میں تھا۔

(ج) ڈاکٹر صاحب شاہی باغ کو حقیقت میں بنانا چاہتے تھے۔

(د) باغ کے داروغہ خود بھی بڑے کارگزار اور شخص ہیں۔

(ه) ایک سال بارش بہت ہوئی۔

سوال: درج ذیل اقتباسات کی تشریح کیجیے:

(الف) "کام سے سچا لگا و تھا اور اسی میں اس کی جیت تھی۔"

(ب) "اسے کیا معلوم تھا کہ قضا اس کے سر پر کھیل رہی ہے۔"

(ج) "ہر شخص میں قدرت نے کوئی نہ کوئی صلاحیت رکھی ہے۔ اس

صلاحیت کو درجہ کمال تک پہنچانے میں ساری نیکی اور بڑائی ہے۔"

سوال: دیے ہوئے لفظی اشاروں سے کہانی مکمل کیجیے:

شخص، پیٹ میں درد، حکیم، برداشت سے باہر، غذا، چیک کرنا، پوچھنا،

جلی ہوئی روٹی، آنکھیں، دوا، علاج، شرمندگی، آئندہ، نتیجہ۔

سرگرمی

طلبه شجر کاری کی اہمیت پر تقریری مقابله کریں۔

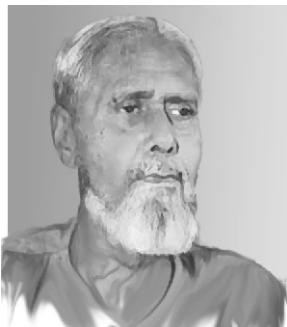
* خاک کے ایک سوناچی مضمون ہے جس میں کسی شخصیت کے اہم اور منفرد پہلو اس طرح اجاگر کیے جاتے ہیں کہ اس شخصیت کی جیتنی جاگتی تصویر پڑھنے والے کے ذہن میں پیدا ہو جائے۔

ہدایات برائے اسناد:

- (۱) ماحول کو آسودگی سے پاک رکھنے کے لیے شجر کاری کی اہمیت واضح کیجیے۔
- (۲) خاک نگاری کی مذکورہ تعریف کی روشنی میں طلبہ کو اس خاک کی خوبیاں سمجھائیں۔

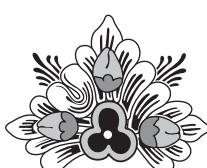
قدرت اللہ شہاب

ولادت: ۱۹۱۴ء وفات: ۱۹۸۶ء



پاک و ہند کے ممتاز سرکاری افسر قدرت اللہ شہاب اردو کے مشہور ادیب، افسانہ نگار، صوفی اور دانش ور تھے۔ آپ کے والد کا نام محمد عبداللہ تھا۔ آپ نے آزاد کشمیر میں سیکریٹری جزل اور جھنگ میں ڈپٹی کمشنز کے عہدوں پر کام کیا۔ آپ پاکستان کے گورنر جزل غلام محمد، صدر اسکندر مرزا اور صدر محمد ایوب خان کے ساتھ بہ طور پرائیویٹ سیکریٹری رہے۔ ہالینڈ میں پاکستان کے سفیر بھی رہے۔ پاکستان کی ادبی تنظیم "رائٹرز گلڈ" کے بانی اور "انجمن ترقی اردو" پاکستان کے اعزازی صدر بھی رہے۔

"شہاب نامہ" آپ کی "آپ بیتی" ہے، جس میں اپنے بھپن، جوانی اور بڑھاپے کا احوال بیان کیا ہے۔ قومی خدمات کے اعتراض میں حکومت پاکستان نے آپ کو "ستارہ پاکستان" کے تمحنے سے نوازا۔ آپ کی دیگر تصنیفات میں "یاغدا، نفسانے، ماں جی اور سرخ فیتیہ" مقبول کتابیں ہیں۔



ڈسٹرکٹ بورڈ کی ڈسپنسری

حاصلاتِ تعلم: یہ سبق پڑھ کر طلبہ: (۱) روزمرہ زندگی کے تجربات یا واقعات کے حوالے سے یا دو اشتیا اتری لکھ سکیں۔ (۲) ادبی، صفاتی، دفتری اور قانونی تحریر میں فرقہ کر سکیں۔ (۳) صحت و صفائی کے بنیادی اصولوں کی پاس داری کے لیے کسی اخبار یا ذہنے دار افسر خط تحریر کر سکیں۔

ایک دفعہ میں ایک طویل دورے سے واپس آ رہا تھا۔ ایک پُر فضا مقام پر ڈسٹرکٹ بورڈ کا ڈاک بغلانظر آیا۔ جی چاہا کہ گھنٹا دو گھنٹا یہاں قیام کیا جائے۔ ڈاک بغلانظر پڑا تھا۔ اندر گیا تو دیکھا کہ چھت غائب ہے۔ پہلے خیال آیا کہ شاید یہ اوپن ایئر تھیٹر کی طرح اوپن ایئر ڈاک بغلانظر ہو۔ لیکن چوکی دار نے بڑی خندہ پیشانی سے وضاحت کی کہ دراصل یہ ۱۹۵۰ء کے سیلا ب کا نتیجہ ہے۔ میں نے پوچھا کہ بھائی سیلا ب تو زمین پر آیا تھا، لیکن چھت آسمان سے کیوں کر گر پڑی؟ چوکی دار نے سادہ لوچ سے جواب دیا کہ صاحب! اس میں بھی اللہ کی کوئی حکمت ہوگی! اس ڈاک بغل میں چینی کی چند پرچ پیالیاں اور کچھ رکابیاں بھی موجود تھیں۔ ان سب کی پشت پر انگریزی میں Johnson & Johnson, London, 1854 درج تھا۔ چینی کے بنے ہوئے یہ ظروف ایک سو برس پرانے تھے۔ لیکن ہماری تعمیر کی ہوئی ڈاک بغلے کی چھت سیلا ب کے ایک ہی ریلے سے بہہ کر گر گئی تھی۔

ڈاک بغلے کی رعایت سے مجھے ڈسٹرکٹ بورڈ کی ایک ڈسپنسری یاد آگئی، جو ایک نہایت دُور افتادہ گاؤں میں واقع ہے۔ بغیر اطلاع دیے دُور دراز دیہات میں اکیلے گھونمنے کا مجھے بے حد شوق ہے۔ اس طرح ایک انسان کی آنکھوں ناظروں کا مشاہدہ کرتی ہے جو ڈپٹی کمشنر کی آنکھ کو نصیب نہیں ہوتا۔ ان دو آنکھوں میں بڑا عجیب و غریب فرق ہے۔ انسان کی آنکھ سب کچھ دیکھتی ہے اور ڈپٹی کمشنر کی آنکھ فقط وہی دیکھنے کی عادی ہو جاتی ہے جو سے دکھایا جائے۔ اس کے علاوہ انسان کی آنکھ عموماً سیدھی ہوتی ہے اور ڈپٹی کمشنر کی آنکھ اپنے ٹیڑھے تر پچھے تراویوں کی وجہ سے کسی قدر بھینگی ہو جاتی ہے۔ خیر، اس دُور افتادہ گاؤں میں مجھے ایک اصطبل نظر آیا جو دراصل وہاں کا اسپتال تھا۔ ڈاکٹر صاحب دھوتی اور بنیان پہنے کر سی پر اکڑوں بیٹھتے اور اپنے گھنٹوں پر پر چیاں رکھے نسخہ لکھ کر مریضوں کو دے رہے تھے، جنہوں نے کرسی کے چاروں طرف گھیرا ڈالا ہوا تھا۔

”کیا مرض ہے؟“ ڈاکٹر صاحب ہر مریض سے سوال کرتے تھے۔

مریض اپنی بساط کے مطابق اپنے مرض کی خود تشخیص کرتا تھا اور ڈاکٹر صاحب بڑی سُرعت سے نسخہ لکھ کر اس کے حوالے کر دیتے تھے۔ غالباً یہ نسخہ تعویذ کے طور پر استعمال ہوتا تھا، کیوں کہ مریض نسخہ لے کر بغیر کوئی دوامانگے وہاں سے چلا جاتا تھا۔ میری خاکی پتلوں اور سفید بُش ثرش کے لحاظ سے ڈاکٹر صاحب نے مجھے اپنے سامنے ایک نیچ پر بھالیا، جس پر ان کا ہٹھ اور پاندان پڑا تھا۔ انہوں نے کئی بار مجھے دوسرے مریضوں پر ترجیح دینے کی کوشش کی، لیکن میں نے جواب دیا کہ میری تکلیف ذرا پیچیدہ قسم کی ہے، اس لیے میں سب سے آخر میں اپنا حال بیان کروں گا۔

جب مریضوں کا جموم ختم ہو گیا، تو ڈاکٹر صاحب بڑی خیر سگالی سے میری طرف متوجہ ہوئے۔ میں نے نہایت سنجیدگی سے اپنی تکلیف بیان کی۔
 ”ڈاکٹر صاحب!“ میں نے کہا: ”میرے دماغ میں کچھ خلل واقع ہو گیا ہے۔
 مجھے بیٹھے بیٹھے وہم ہونے لگتا ہے کہ میں ضلع جھنگ کا ڈپی کمشنرگ کیا ہوں۔“
 ڈاکٹر صاحب نے بڑی پھرتی سے اپنی ٹانگیں کرسی سے نیچے اٹا رلیں اور عینک کے خول کے اوپر سے مجھے بڑے غور سے گھورا۔ جب انھیں اچھی طرح اطمینان ہو گیا کہ میری تراش خراش اور وضع قطع میں ڈپی کمشنر کی کوئی علامت موجود نہیں ہے، تو وہ پھر کرسی پر آ کر ٹوں بیٹھ گئے اور ایک کاغذ گھلنے پر کھ کے غالباً نسخہ لکھنے میں مشغول ہو گئے۔ مجھے یقین ہے کہ اگر وقت انھیں مہلت دیتا تو وہ میرے لیے بدھضمی کا علاج تجویز فرماتے۔ لیکن عین اس وقت گاؤں کے نمبردار نے وہاں پہنچ کر میرے چونوں کا راز فاش کر دیا۔

ڈاکٹر صاحب بے تحاشا بھاگ کر اپنے کوارٹر میں گئے اور کچھ دیر کے بعد بنیان کے اوپر شیر وانی پہنچے اور ہاتھ میں اسٹیچن سکوپ لے کر برآمد ہوئے۔ اب انھوں نے خالص افسرانہ انداز میں میری تشریف آوری پر اپنی خوش نودی کا اظہار فرمایا اور مجھے اسپتال کا معائنہ کرنے کی دعوت دی۔ میں نے بھی بڑی وضع داری سے ڈپنسری کا معائنہ کیا، جس میں ننگپر آیوڈین، سوڈا بائی کارب، اسپرین اور بڑی بڑی بوتلوں میں کئی دن کے باہی پانی کے علاوہ اور کوئی دوائی موجود نہ تھی۔ ڈاکٹر صاحب نے فرمایا کہ ڈسٹرکٹ بورڈ میں اسپتال کا بجٹ تو باقاعدگی کے ساتھ سال کے شروع میں منظور ہو جاتا ہے۔ لیکن دوائیوں کا اسٹاک اکثر سال کے اخیر میں یا بعض اوقات اگلے سال

موصول ہوتا ہے۔ ڈاکٹر صاحب کو یقین تھا کہ اس تاخیر کا اسپتال کی ہر دل عزیزی یا افادیت پر ہرگز کوئی بُرا اثر نہیں پڑتا تھا۔ کیوں کہ دوائیاں موجود ہوں یا نہ ہوں، مریض بہ حال آتے ہی رہتے تھے اور پھر ڈاکٹر صاحب نے اپنے رجسٹر کے اعداد و شمار سے مجھے یہ خوش خبری بھی سنائی کہ متواتر کئی برس سے مریضوں کی تعداد میں خاطر خواہ اضافہ ہو رہا ہے۔

ڈاکٹر صاحب اس مقام پر پورے نو برس سے مسیحائی فرمار ہے تھے۔ انھیں فخر تھا کہ اس دوران میں یا کے مریضوں میں ۵۷ فیصد، پیچیش کے مریضوں میں ۵۰ فیصد اور خارش کے امراض میں ۲۵ فیصد کا اضافہ ہو گیا تھا۔ ڈپنسری کا آخری معائنہ ۱۹۳۱ء میں ہوا تھا۔

ڈاکٹر صاحب نے مجھے اسپتال کا ”ان ڈوروارڈ“ بھی دکھایا، جس میں غالباً ان کی بھیں باندھی جاتی تھی، کیوں کہ ایک کونے میں تازہ گوبر کے نشان تھے، جنہیں ابھی ابھی صاف کیا گیا تھا۔

معائنے کے بعد ڈاکٹر صاحب نے مجھے وزیرز بک پیش کی کہ میں اس میں اپنی رائے کا اظہار کروں۔ میں نے فی المبدیر یہ عرض کیا:

”دنیاۓ طب میں یہ اسپتال سنگ میل کی حیثیت رکھتا ہے۔ یہاں پر دوائیوں کی جگہ نسخوں سے علاج کیا جاتا ہے اور مریضوں کی تعداد روز افزون ترقی پر ہے۔ اسپتال میں داخل ہونے والے مریضوں کے لیے بھیں کے خالص دودھ کا خاطر خواہ انتظام ہے، کیوں کہ وارڈ میں بھیں باندھنے کا بھی اچھا بندوبست ہے۔ گور بھی وقت پر اٹھایا جاتا ہے اور

مکھیوں کی آمد و رفت پر کوئی خاص پابندی عائد نہیں ہے۔“

چند ماہ بعد جب میں دوبارہ اسی ڈپنسری کو دیکھنے گیا، تو وارڈ میں ڈاکٹر صاحب کی بھیں تو بے دستور بندھی ہوئی تھی، لیکن وزیرِ زمکن کے جس ورق پر میرے پہلے معائنے کی رائے درج تھی، وہ غائب تھا۔

(ماخوذ از: ”شہاب نامہ“)



سوال۱: درج ذیل سوالات کے جواب دیجیے:

(اف) چوکی دار نے ڈاک بنگلہ کی چھت غائب ہونے کی کیا وجہ بیان کی؟

(ب) مُصَّفَّ نے دیہات میں گھونمنے کے شوق کی کیا وجہ بیان کی ہے؟

(ج) مُصَّفَّ کو گاؤں میں جو صبل نظر آیا، وہ دراصل کیا تھا؟

(د) مُصَّفَّ نے اسپتال کے ”انڈرووارڈ“ کو کیسا پایا تھا؟

(ه) گاؤں کے نمبردار کے بتانے پر ڈاکٹر صاحب کا کیا عمل تھا؟

(و) ڈاکٹر صاحب کس علیے میں مریضوں کا معائنہ کر رہے تھے؟

سوال۲: درج ذیل الفاظ اپنے جملوں میں استعمال کیجیے۔

خندہ پیشانی — حکمت — دور افتدادہ — سُرعت

خوشنودی — فی البدیہہ

سوال۳: درست جواب پر (✓) کا شانan لگائیے:

(الف) ڈاک بنگلہ کی رعایت سے یاد آگئی:

(۱) ایک ڈپنسری (۲) ایک عمارت

(۳) ایک مسجد (۴) ایک گاڑی

(ب) مُصَّفَّ کی وضع قطع میں کوئی علامت موجود نہیں تھی:

(۱) ڈپنسری (۲) ڈپنسری

(۳) ڈپنسری کی کثرومرکی

(ج) آنکھ سب کچھ دیکھتی ہے:

(۱) پھر کی (۲) انسان کی

(۳) حیوان کی (۴) فرشتے کی

(د) جو صبل نظر آیا وہ دراصل تھا:

(۱) ڈاک بنگلہ (۲) ڈاک خانہ

(۳) اسپتال (۴) عجائب گھر

(ه) ڈپنسری کا آخری معائنہ ہوا تھا:

(۱) ۱۹۳۰ء میں (۲) ۱۹۳۱ء میں

(۳) ۱۹۳۲ء میں (۴) ۱۹۳۳ء میں

سوال۲: درست الفاظ اپنے جملوں میں استعمال کیجیے:

(الف) ڈاکٹر صاحب دھوتی اور بنیان پہنچ کر تی پر..... بیٹھے تھے۔

(ب) مریض اپنی..... کے مطابق اپنے مرض کی خود تشخیص کرتا تھا۔

(ج) غالباً یہ نہ..... کے طور پر استعمال ہوتا تھا۔

(د) مجھے وہم ہونے لگتا ہے کہ میں ضلع..... کا ڈپنسری کمشنگ لگ گیا ہوں۔

(ه) ڈاکٹر صاحب پورے..... برس سے میجاہی فرمائے تھے۔

سوال ۵: درست بیان پر (✓) کا نشان لگائیے:

- (ا) چینی کے بننے ہوئے ظروف ۱۵۰ اسال پرانے تھے۔
- (ب) اسپتال کے وارڈ میں ڈاکٹر صاحب کی بھیں باندھی جاتی تھیں۔
- (ج) انسان کی آنکھ عموماً ترچھی ہوتی ہے۔
- (د) یہاں پر دوائیوں کی جگہ توعیزوں سے علاج کیا جاتا ہے۔
- (ه) وارڈ میں بکری باندھنے کا بھی بندوبست ہے۔

سوال ۶: گزشتہ کل صحیح سے رات تک کے واقعات لکھیے۔



- (۱) اپنے علاقے کی ڈسپنسری / اسپتال کی صحت و صفائی کے بارے میں متعلقہ مکمل کوخط لکھیں۔
- (۲) ادبی، صحافتی اور قانونی تحریروں کا فرق بیان کریں۔

✿ آپ بیتی اُس تصنیف کو کہتے ہیں، جس میں مصنف نے اپنے حالات و واقعات خود قلم بند کیے ہوں۔

ہدایات برائے اساتذہ:

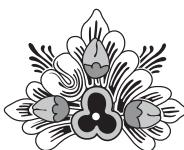
- (۱) طلبہ کو ڈائری یا روزنامچے لکھنے کی ترغیب دیجیے۔ (۲) روزمرہ زندگی کے تجربات اور واقعات پر مشتمل اخباری تراشوں کا الیم تیار کرنے کی ترغیب دیجیے۔ (۳) ادبی، صحافتی، دفتری اور قانونی تحریر کے فرق کو مثالی نمونوں سے واضح کیجیے۔

مرزا فرحت اللہ بیگ

ولادت: ۱۸۸۳ء وفات: ۱۹۲۷ء



مرزا فرحت اللہ بیگ دہلی (ہندوستان) میں پیدا ہوئے۔ اسکول اور کالج کی تعلیم وہیں حاصل کی۔ تعلیم سے فارغ ہو کر حیدر آباد (دکن) چلے گئے۔ وہاں پہلے محکمہ تعلیم میں ملازم رہے۔ پھر محکمہ انتظامیہ میں ملازمت اختیار کر لی، جہاں ترقی کرتے کرتے استٹنٹ ہوم سیکریٹری کے عہدے تک پہنچے۔ ان کے مضامین میں ”مولوی نذری احمد کی کہانی کچھ میری کچھ ان کی زبانی“ اور ”دہلی کا ایک یادگارِ مشاعرہ“ بہت مشہور ہیں۔ دہلی کی بامحاورہ زبان، سنجیدہ ظرافت کے علاوہ واقعہ نگاری کے لحاظ سے بھی ان مضامین کو اردو نثر کے شہ پاروں میں شمار کیا جاتا ہے۔ مرزا فرحت اللہ بیگ کے مضامین کے مجموعے ”مضامینِ فرحت“ کے نام سے شائع ہو چکے ہیں۔



اُونہہ

- حاصلاتِ تعلّم: یہ سبق پڑھ کر طلبہ: (۱) سبق میں محاورے تلاش کر کے لکھ سکیں۔
 (۲) سیاق و سباق کے حوالے سے دی ہوئی عبارت کا معنیوم لکھ سکیں۔
 (۳) عام ضرورت کے فارم بھر سکیں۔ (۴) سابقے اور لاحقے میں تیز کر سکیں۔

اس صورت میں ابا اور اماں کی 'اُونہہ' کا دوسرا مطلب ہے۔ یعنی یہ کہ 'بچہ، ابھی فیل ہوا ہے، دل ٹوٹا ہوا ہے۔ ذرا کچھ کہا تو کہیں ایسا نہ ہو کہ رورو کر اپنی جان ہلاکان کر لے یا کہیں جا کر ڈوب مرے۔ غرض، اس 'اُونہہ' نے صاحزادے صاحب کی تعلیم کا خاتمہ بالخیر کر دیا۔

گھروالی کی 'اُونہہ' سب سے خطرناک 'اُونہہ' ہوتی ہے۔ کسی ماما پر خفا ہو رہی ہیں۔ وہ برابر جواب دیے جاتی ہے۔ یہ 'اُونہہ' کر کے خاموش ہو جاتی ہیں۔ لیجے، نوکر شیر ہو گئے۔ گھر کا سارا انتظام درہم برہم، خود ان کے اختیارات سلب، گھر کی حکومت ان سے چھن، ماماوں کے ہاتھ میں چلی گئی۔ کوئی چیز چوری ہو گئی۔ بیگم صاحبہ نے ادھر اُدھر ڈھونڈا۔ کچھ تھوڑا بہت غل مچایا۔ آخر 'اُونہہ' کر کے بیٹھ گئیں۔ اب کیا ہے! پڑاری میں سے کچھا چھالیا غائب، خرچ کی صندوق تھی میں سے روپے پسیے غائب، صندوقوں میں سے کچھے غائب۔ غرض، رفتہ رفتہ سارے گھر کا صفائیا ہو گیا۔ مانے کوئی رکابی توڑ ڈالی۔ شکایت ہوئی، انھوں نے وہی اپنی 'اُونہہ' کا استعمال کیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ تھوڑے ہی دنوں میں الماری کے پیچھے سے شیشے اور چینی کا اتنا ٹوٹا ہوا سامان نکلا کہ خاصہ کئی صندوق بھر جائیں۔ بچوں نے کوئے سے دیواروں پر لکریں کھینچیں، دروازوں پر پنسل سے کیڑے مکوڑے بنائے۔ پہلے تو یہ تھوڑی بہت بگڑیں، پھر 'اُونہہ' کر کے چپ ہو گئیں۔

اب رہے میاں، تو ان کی 'اُونہہ' سب سے زیادہ تیز ہے۔ بیوی کسی بات پر بگڑیں، میاں 'اُونہہ' کہہ کر باہر چلے گئے۔

طالب علموں کو دیکھو تو 'اُونہہ' کا زور سب سے زیادہ انھی میں پاؤ گے۔ سال بھر کھیل کو دیں گزار دیا۔ امتحان کا خیال آیا تو 'اُونہہ' کر دی، یعنی کل سے پڑھیں گے۔ آخر یہ 'اُونہہ' یہاں تک کھینچی کہ امتحان آ گیا۔ فیل ہوئے۔ اس فیل ہونے پر بھی 'اُونہہ' کر دی۔ یہ 'اُونہہ' بہت ہی بامعنی ہوتی ہے۔ اس کے ایک معنی تو یہ ہیں کہ باپ زندہ ہیں، کھانے پینے اور اڑانے کو مفت ملتا ہے۔ اگر وہ بھی مر گئے تو جائداد موجود ہے۔ قرضہ دینے کو سا ہو کارتیار ہیں۔ پھر پڑھ لکھ کر اپنا وقت کیوں ضائع کریں! دوسرے معنی یہ ہیں کہ ابھی ہماری عمر ہی کیا ہے، صرف اٹھارہ برس ہی کی تو ہے۔ اگر مڈل کے امتحان میں دو چار دفعہ فیل ہوچکے ہیں تو کیا حرج ہے۔ تیس سال کی عمر تک بھی انظر پاس کر لیا تو سفارش کے بل پر کہیں نہ کہیں چپک ہی جائیں گے۔ یا کم سے کم ولایت جانے کا قرضہ تو ضرور مل جائے گا، اور ذرا کوشش کی تو بعد میں معاف ہو سکے گا۔ اس فیل ہونے پر ادھر انھوں نے 'اُونہہ' کی اور ادھر ماں باپ نے 'اُونہہ' کی۔

ہاں، یہ ضرور ہے کہ میاں بیوی کی یہ 'اوہمہ' بعض دفعہ وہ کام کر جاتی ہے جو بڑے بڑے افلاطون صلاح کا رہنمی نہیں کر سکتے۔ بیوی کو غصہ آیا، میاں نے 'اوہمہ' کر دی۔ چلو، لڑائی کا خاتمه ہوا۔ میاں کسی بات پر بگڑے، بیوی نے 'اوہمہ' کر دی، میاں کا غصہ ٹھنڈا ہو گیا۔ اگر 'اوہمہ' کی بہ جائے جواب دیا جاتا تو میاں کو گھر چھوڑنا اور بیوی کو میکے جانا پڑتا۔

ہر معاملے کی دو ہی صورتیں ہیں۔ فتح یا شکست۔ اور دونوں صورتوں میں 'اوہمہ' نقصان دہ ثابت ہوتی ہے۔ شکست پر جس نے 'اوہمہ' کی، اس نے گویا شکست کو شکست نہ سمجھا۔ جس نے فتح پر 'اوہمہ' کی، اس نے گویا اپنی ہمت کی قدر نہیں کی۔ وہ آج نہیں ڈوبتا تو کل ڈوبے گا۔ دنیا میں وہی لوگ کچھ کر سکتے ہیں جو فتح کو فتح اور شکست کو شکست سمجھیں۔ اب رہے 'اوہمہ' والے، جو لاپرواں سے شکست اور فتح کو برابر سمجھتے ہیں۔ ان کا بس خدا ہی مالک ہے۔ دنیا سے اگر مت نہ جائیں گے تو کم سے کم جو تیاں ہمیشہ ضرور کھائیں گے۔

(ماخوذ از: "مجموعہ مرزا فرحت اللہ بیگ"، جلد سوم، مضامین)

مشق

- سوال ۱: درج ذیل سوالوں کے جواب دیجیے:
- طالب علموں کے "اوہمہ" کرنے کی وجہات تحریر کیجیے۔
 - اس سبق میں مصنف نے کہاں کہاں طنز اور کہاں کہاں مزاح سے کام لیا ہے؟ تین موقع تحریر کیجیے۔
 - اس سبق میں ابا اور اتماں کی "اوہمہ" کا کیا مطلب ہے؟
 - میاں بیوی کی "اوہمہ" کیسے فائدہ مند ہے؟
- سوال ۲: درج ذیل جوابات میں سے درست جواب پر (✓) کا نشان لگائیے:
- قرضہ دینے کو تیار ہیں:
 - (۱) استار
(۲) ماں باپ
(۳) ساہو کار
 - ماری کے پیچھے سے ٹوٹا سامان اٹکا:
(۱) شیشے اور چینی کا
(۲) مٹی اور شیشے کا
(۳) پلاسٹک اور کاغذ کا
 - "اوہمہ" کر کے چپ ہونے سے نوکر ہو جاتے ہیں:
(۱) شیر
(۲) بادب
(۳) دلیر
 - بچوں نے دیواروں پر لکیریں کھینچیں:
(۱) چاک سے
(۲) کوئلے سے
(۳) رنگ سے
- سوال ۳: سبق میں موجود محاورات تلاش کر کے اُن کے معانی تحریر کیجیے۔



سوال ۴: مندرجہ ذیل الفاظ میں سے سابقے اور لاحقے الگ الگ کر کے لکھیے:

بدنصیب- بد قسمت- داغ دار- لاعلاج- پائے دار- شکر گزار

سوال ۵: درج ذیل عبارت کا مفہوم مع سیاق و سبق تحریر کیجیے:

”ہر معاملے کی دو ہی صورتیں ہیں۔ فتح یا شکست۔ اور دونوں صورتوں میں اُونہہ، نقصان دہ ثابت ہوتی ہے۔ شکست پر جس نے اُونہہ کی، اس نے گویا شکست کو شکست نہ سمجھا۔ جس نے فتح پر اُونہہ کی، اس نے گویا اپنی ہمت کی قدر نہیں کی۔ وہ آج نہیں ڈوباتا کل ڈوبے گا۔ دنیا میں وہی لوگ کچھ کر سکتے ہیں جو فتح کو فتح اور شکست کو شکست سمجھیں۔“



سرگرمیاں

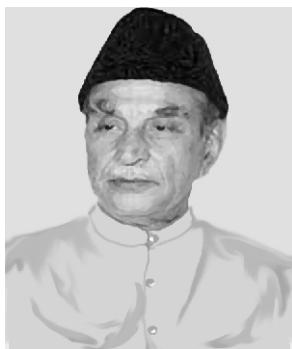
(۱) طلبہ کوئی ایسا دل چسپ واقعہ کلاس میں اپنے ساتھیوں کو بتائیں۔

(۲) طلبہ اس سبق کے مصنف کی دیگر مزاجیہ تحریر کسی اخبار یا رسانے سے کاٹ کر چارٹ پر آویزاں کریں۔

ہدایات برائے اساتذہ:

(۱) طلبہ کو دفتری اور مزاجیہ تحریر کا فرق واضح کر کے بتائیے۔

(۲) محاورے تلاش کرنے میں بچوں کی مدد کیجیے۔



حکیم محمد سعید

ولادت: ۱۹۲۰ء وفات: ۱۹۹۸ء

حکیم محمد سعید، ہلی میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد کا انتقال بچپن ہی میں ہو گیا تھا۔ ۹ سال کی عمر میں حافظ قرآن ہو گئے۔ تقسیم ہند کے بعد کراچی آئے اور دوسازی کا ایک بڑا مطب "ہمدرد" قائم کیا۔ وہ اردو، فارسی، عربی اور انگریزی کے بڑے اسکالر تھے۔ انھیں کراچی میں مطب سے والپی پر شہید کر دیا گیا۔

حکیم صاحب نے پاکستان میں "نونہال" بچوں کا رسالہ شائع کیا اور تقریباً دو سو سے زیادہ کتابیں بھی لکھیں جو کہ طب، ادب، سائنس، صحت اور اسلامی معلومات پر مشتمل ہیں۔ انھوں نے بہت سے ملکوں کے سفرنامے بھی لکھے۔ وہ صوبہ سندھ کے گورنر بھی رہے مگر اس کا معاوضہ تک نہ لیا۔ حکیم صاحب بہت سے اعزازات سے نوازے گئے جن میں "ستارہ امتیاز اور نشانِ امتیاز" شامل ہیں۔



پچھوڑق تاریخ سے

حاصلاتِ تعلم: یہ سفرنامہ پڑھ کر طلبہ: (۱) کسی سفر کا حال لکھ سکیں۔ (۲) مترادف الفاظ کے جوڑے بنائیں۔ (۳) روزمرہ زندگی کے تجربات، مشاہدات یا واقعات کے حوالے سے یادداشت /ڈائریکٹ لکھ سکیں۔ (۴) درست تلقظہ، عمدہ لب ولجہ میں اپنا سفرنامہ بیان کر سکیں۔

نو نہالو! تمحیں معلوم ہے کہ برٹش میوزیم کیا ہے؟ میں بتاتا ہوں۔

برٹش میوزیم دنیا کی سب سے مشہور اور اہم لا بصری ہے۔ یہ ایک آرٹ گیلری بھی ہے، جہاں مجسمہ سازی، مصوّری، نقاشی اور ظروف سازی کے بہترین نمونے موجود ہیں جو دنیا بھر سے جمع کر کے یہاں رکھے گئے ہیں۔ ان میں قدیم یونان، مصر، باہل، فارس، ہندوستان، چین اور جاپان کے نوازدات شامل ہیں۔ یہاں تاریخ سے پہلے کے زمانے کی یادگار چیزوں کا بھی ایسا قیمتی ذخیرہ ہے، جو دنیا کے کسی اور میوزیم میں نہیں ہے۔

برٹش میوزیم میں قلمی نسخے، پرانی کتابیں، سرکاری دستاویزات، نقشے اور ڈاک کے ٹکٹ ہیں اور دنیا بھر میں آثارِ قدیمہ کی کھدائی سے حاصل ہونے والے نادر اور نایاب کتبے، مئی کے برلن، مورتیاں اور دوسری چیزوں ہیں جن سے تاریخ کے مختلف ادوار کی تہذیب اور تمدن کا پتا چلتا ہے۔ یہ تحقیق کا کام کرنے والوں کے لیے اہم معلومات فراہم کرتی ہیں۔

برٹش میوزیم کی لا بصری دنیا کی تین سب سے بڑی لا بصریوں میں شمار ہوتی ہے۔ دوسری دو عظیم لا بصریوں پیرس کی لا بصری بیلیوٹک نیشنل اور واشنگٹن کی لا بصری آف کانگریس ہے۔ یہاں ستر لاکھ سے زیادہ کتابیں ہیں۔ ان میں زیادہ تر انگریزی ہی کی کتابیں ہیں، لیکن دنیا کی دوسری زبانوں کی کتابیں بھی یہاں ہیں۔ برٹش میوزیم کی لا بصری کے تین بڑے حصے ہیں۔ ایک حصہ مطبوعہ یعنی چھپی ہوئی، کتابوں کا ہے۔ اس میں کتابیں، دستاویزات، نقشے اور ڈاک کے ٹکٹ ہیں۔ دوسرا حصہ مخطوطات یعنی قلمی ناخوں کا ہے۔ یہاں تیسرا صدی قبل مسیح سے اب تک کے یورپی مخطوطات ہیں۔ تیسرا حصہ مرکاش سے لے کر جاپان تک کے مخطوطوں اور چھپی ہوئی کتابوں کا ہے۔ اخبارات کی الگ لا بصری ہے۔ برٹش میوزیم لا بصری کے مخطوطات کے حصے میں یونان کے آئین کے بارے میں اسطوکی اپنے ہاتھ سے لکھی ہوئی ایک تحریر بھی موجود ہے۔

نو نہالو! تمحیں جانتا چاہیے کہ الیرومنی اور ابن الہیشم کون تھے۔

الیرومنی کا نام ابو ریحان بن احمد تھا۔ اسلامی دنیا کے ایک عظیم سائنس داں تھے۔ وہ ریاضی، فلکیات، معدنیات اور دواؤں کی خاصیت کے ماہر، سیاح اور آثارِ قدیمہ کے عالم بھی تھے۔

الیرومنی نے اپنی زندگی کے پچاس سال علم حاصل کرنے اور کتابیں لکھنے میں گزار دیے۔ ان کو ان کتابوں پر شاہی دربار سے بڑے انعامات بھی پیش کیے گئے لیکن انھوں نے کوئی انعام قبول نہیں کیا۔ وہ شاہی انعام کو اپنے علمی مقام اور مرتبے کے خلاف سمجھتے تھے اور کسی انعام کی پرواہ کیے بغیر لکھنے میں لگے رہتے تھے۔

البیرونی نے سوسا سوتا میں لکھی ہیں۔ ان میں جیو میٹری، ریاضی، جغرافیہ، زمین کے علم، فلکیات اور دواؤں کے علم پر کتابیں شامل ہیں۔

البیرونی کے اہم سائنسی کارناموں میں طول البلد اور عرض البلد کا معلوم کرنا اور دنیا میں پہلی بار قدرتی چشمیں کے بارے میں یہ ثابت کرنا ہے کہ وہ زمین کے نیچے پانی میں بر قی کیمیائی عمل کے زور سے اُبھرتے ہیں۔ انھوں نے دریا اور زمین کی گہرائی معلوم کرنے کا طریقہ بھی بتایا اور معدنیات کے علم میں بڑا اضافہ کیا۔ انھوں نے بہت سی جڑی بوٹیوں کی خصوصیات اور آن کے فائدے اور مختلف زبانوں میں آن کے نام بھی بتائے۔

ہیئت (Astronomy) اور ریاضی کے مطالعے کے لیے البیرونی نے ہندوستان کا سفر کیا اور وہاں کے رسم و رواج اور رہن سہن کے طریقوں کا غور سے مطالعہ کیا۔ پھر غزنه واپس آ کر ”كتاب الهند“ کے نام سے ایک کتاب لکھی اور وہ ساری معلومات جو انھیں ہندوستان میں حاصل ہوئی تھی اس میں جمع کر دیں۔ ہندوستان کے عالم البیرونی سے اتنے متاثر ہوئے کہ انھیں ”علم کا دریا“ کہنے لگے۔

البیرونی کا انتقال ۱۰۲۸ عیسوی میں ہوا۔

ابن الہیثم کا نام ابو علی الحسن تھا، برسوں کی تحقیق کے بعد روشنی پر ایک کتاب لکھی، جس میں انھوں نے پہلی بار یہ بتایا کہ روشنی کیا ہے؟ انھوں نے روشنی کو توانائی قرار دیا، جسے آج ساری دنیا تسلیم کرتی ہے۔ اس کتاب میں بتایا گیا ہے کہ آنکھ کیسے دیکھتی ہے اور اس کی اندر وہی بناؤٹ کیسی ہے۔ ابن الہیثم نے یہ اصول بیان کیا کہ جب روشنی کی شعاعیں کسی بارے کی سوراخ سے گزر کر کسی پر دے پڑتی ہیں تو وہ اُس پر دے پر اُس

جسم کا اُٹا عکس ڈالتی ہیں جس سے نکل کر وہ آرہی ہیں۔ انھوں نے عملی طور پر اس کا مظاہرہ کر کے دکھایا یعنی ایک شمع کا اُٹا عکس پر دے پڑا۔ یہی کیمرے کا اصول ہے۔

ابن الہیثم نے بصریات (دیکھنے کا علم) کے علاوہ ریاضی اور فلکیات میں بھی بڑی مہارت حاصل کی۔ وہ ۹۶۵ عیسوی میں پیدا ہوئے۔ بصرے میں اپنی تعلیم مکمل کی اور بغداد پلے گئے جو اُس زمانے میں اسلامی دنیا کا سب سے بڑا علمی مرکز تھا۔ وہاں انھوں نے مختلف علماء اور سائنسدانوں سے ملاقات کی اور آن سے علمی مذاکرے کیے۔ بغداد سے وہ قاہرہ گئے اور پھر اپنی زندگی کا بڑا حصہ وہیں گزار دیا۔ اس نام ور مسلمان سائنسدان کا انتقال ۱۰۳۳ء میں ہوا۔

(ماخوذہ از: ”لندن اور کیمبرج“)



سوال: درج ذیل سوالات کے جواب دیجیے:

(الف) برٹش میوزیم میں کیا کیا چیزیں موجود ہیں؟

(ب) دنیا کی سب سے مشہور اور اہم لاہوری میں کیا کیا شاہ کار موجود ہیں؟

(ج) ”البیرونی“ کو کس کتاب نے شہرت دی؟

(د) برٹش میوزیم کی لاہوری کوکتے حصوں میں تقسیم کیا گیا ہے اور آن میں کیا رکھا گیا ہے؟

(ه) ”روشنی“ کتاب کس نے لکھی؟ اُس میں کن باتوں کا تذکرہ کیا گیا ہے؟

(و) کیمرے کا بانی کون ہے؟

سوال ۲: درج ذیل جوابات میں سے درست جواب پر (✓) کا نشان لگائیے:
 (الف) پیرس کی لاپبری ی کا نام ہے۔

- (۱) ببلیونک نیشنل (۲) ببلیونک پر اوشل
 (۳) ببلیونک ڈویژنل (۴) ببلیونک ریجنل

(ب) برطانیہ کی لاپبری ی میں کتابیں موجود ہیں۔

- (۱) ۵۰ لاکھ (۲) ۶۰ لاکھ
 (۳) ۷۰ لاکھ (۴) ۸۰ لاکھ

(ج) الیروینی نے علم حاصل کرنے اور کتابیں لکھنے میں گزار دیے:

- (۱) دس سال (۲) بیس سال
 (۳) چالیس سال (۴) چھاس سال

(د) ابن اہیشم کا نام تھا:

- (۱) حکیم محمد سعید (۲) ابو علی الحسن
 (۳) سید حسین نصر (۴) فخر الدین رازی

سوال ۳: درج ذیل کالم ”الف“، ”کو کالم ”ب“ سے ملائیے:

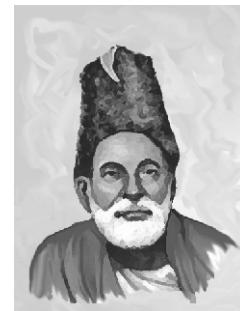
”الف“	”ب“
الیروینی اسلامی دنیا	کے عظیم سائنس دان تھے۔
حکیم محمد سعید نے	علمی مرکز کی حیثیت دی ہے۔
ابن اہیشم ریاضی اور	فلکیات کے ماہر تھے۔
حکومت برطانیہ نے برٹش میوزیم میں	برٹش میوزیم ائندن پر سفر نامہ لکھا ہے۔

سوال ۲: درج ذیل لفظوں میں سے مترادف کے جوڑے ملائیے:
 خواہش، عکس، تقیقی، نادر، مشکل، دشوار، نایاب، تمنا، سایہ، پیش بہا

سرگرمی

طلباہ اپنے سفر کی روادا لکھ کر ٹیچر کو دکھائیں۔

❖ وہ باتیں جو ایک سیاح کو اپنے سفر کے دوران محسوس ہوتی ہیں اور مختلف ہونے کے ساتھ دل چسپ اور حیرت انگیز نظر آتی ہیں، وہ انھیں اپنے ہم وطنوں کے لیے قلم بند کر لیتا ہے اسے سفر نامہ کہتے ہیں۔



غالب

(بہ حیثیت مکتب نگار اور نشر نگار)

مرزا محمد اسد اللہ بیگ خان نام، نجم الداولہ، دیر المک اور نظام جنگ خطابات، مرزا نوشہ عرفیت اور غالب تخلص تھا۔ پہلے اسد تخلص رکھا پھر غالب اختیار کیا۔ ابھی پانچ ہی برس کے تھے کہ والد کا انتقال ہو گیا۔ پچانصر اللہ بیگ نے آپ کی پرورش کی، نو برس کی عمر میں پچا کاسایہ بھی سر سے اٹھ گیا۔ چنان چہ مرزا اپنے نہیاں میں آ گئے۔ تیرہ برس کی عمر میں ان کی شادی ہو گئی۔ شادی کے بعد آپ دلی چلے آئے۔

غالب سے پہلے اردو خطوط بڑے مشکل انداز سے لکھے جاتے تھے۔ مسجع ترش میں طویل آلقاب ہوا کرتے تھے۔ لیکن غالب نے ایسا نیا اور دل چسپ انداز اختیار کیا کہ جس نے اردو نثر کا انداز ہی تبدیل کر دیا۔

آپ کی نثری تصنیفات و تالیفات میں نثر فارسی، عودہندی (خطوط) اردوئے معنی (خطوط)، پنج آہنگ (خطوط)، اطائفِ غیبی، قاطعِ بُران (لغت)، مہرِ نیم روز (تاریخ) اور دستنو تقابلی ذکر ہیں۔



غالب کے خطوط

حاصلاتِ تعّمٰ: یہ سبق پڑھ کر طلبہ: (۱) رسمی و غیر رسمی خط لکھ سکیں۔ (۲) غالب کے خطوط کے متن پر اپنی رائے تحریر کر سکیں۔ (۳) شہر کے ناظم کو علاقے کی صفائی کے بارے میں درخواست لکھ سکیں۔

۱- بہ نام ہرگو پال تفتہ

کیوں صاحب!

رُوٹھے ہی رہو گے یا کبھی منو گے بھی؟ اور اگر کسی طرح نہیں منتے تو روٹھنے کی وجہ تو لکھو۔ میں اس تھائی میں صرف خطوط کے بھروسے جیتا ہوں، یعنی جس کا خط آیا، میں نے جانا کہ وہ شخص تشریف لایا۔ خدا کا احسان ہے کہ کوئی دن ایسا نہیں ہوتا، جو اطراف و جوانب سے دوچار خط نہیں آ رہتے ہوں۔ بلکہ ایسا بھی دن ہوتا ہے کہ دو دو بارڈاک کا ہر کارہ خط لاتا ہے۔ ایک دفعہ کو اور ایک دو شام کو۔ میری دل لگی ہو جاتی ہے۔ دن اُن کے پڑھنے اور جواب لکھنے میں گزر جاتا ہے۔ یہ کیا سبب، دس دس بارہ بارہ دن سے تمہارا خط نہیں آیا۔ یعنی تم نہیں آئے۔ خط لکھو صاحب۔ نہ لکھنے کی وجہ لکھو، آدھا آنے میں بخل نہ کرو۔ ایسا ہی ہے تو یونگ ہیچجو۔

غالب

سوموار، ۲۷ دسمبر ۱۸۵۸ء

(ماخوذ از: ”غالب کے خطوط“، خلیق احمد)

مشق

سوال ۱: درج ذیل سوالات کے جواب دیکھئے:

- (الف) غالـب نے کس مقام سے میر مهدی مجردـح کے نام خط تحریر کیا؟

(ب) دریائے کوئی کہاں واقع ہے؟

(ج) غالـب نے دریائے کوئی کے پانی کی کیا خصوصیت بیان کی ہے؟

(د) بیرونگ خط سے کیا مراد ہے؟

(ه) منشی ہر گوپاں قـتنـة کے نام خط کا آغاز کس طرح کیا گیا ہے؟

(و) غالـب نے میر مهدی مجردـح کو بے وساں خط بھیج دینے کا کیوں کہا؟

سوال ۲: درست جواب پر (✓) کا نشان لگائیے:

- (الف) میر امکان ڈاک گھر کے قریب اور ڈاک مشی میرا ہے:

(۱) دوست (۲) بھائی

(۳) چا (۳) خالو

(ب) اہاہا! میرا پیارا آیا:

(۱) میر مهدی (۲) میر تقی میر

۳) میر دری ۴) میر حسن

(ج) آب حیات بڑھاتا ہے:

کے دوں (۲) کے جوں (۱)

۱۰۷

جس کا خدا آتا ہے نے انکے شخص میں

(د) جس کا خط آیا، میں نے حانا کہ وہ شخص لا با:

(۱) تشفیف (۲) خوشنویسی

سیگام (۳) تخفیف (۲)

۲-ہنام میر مہدی مجروح

اہاہا! میرا پیارا میر مہدی آیا۔ آ و بھائی، مزاج تو اچھا ہے؟ بیٹھو، یہ رام پور ہے۔ دارالشُّرُور ہے۔ جو لطف یہاں ہے وہ اور کہاں؟ پانی، سُجَانَ اللہ! شہر سے تین سو قدم پر ایک دریا ہے اور کوئی اُس کا نام ہے۔ بے شبہ چشمہ آبِ حیات کی کوئی سوت اس میں ملی ہے۔ خیر، اگر یوں بھی ہے تو بھائی، آبِ حیات عمر بڑھاتا ہے لیکن اتنا شیریں کہاں ہو گا۔

تمھارا خط پہنچا۔ تردد عبّث۔ میرا مکان ڈاک گھر کے قریب اور ڈاک منشی میرا دوست ہے، نہ عرف لکھنے کی حاجت، نہ محلے کی حاجت۔ بے و سواں خط بھیج دیا کیجیے اور جواب لیا کیجیے۔ یہاں کا حال سب طرح خوب ہے اور صحبت مرغوب ہے۔ اس وقت تک مہمان ہوں۔ دیکھوں، کیا ہوتا ہے۔ لڑ کے دونوں میرے ساتھ آئے ہیں۔ اس وقت اس سے زیادہ نہیں لکھ سکتا۔

۲۷

(ماخوذ از: ”غالب کے خطوط“، مُرثیہ: خلیق انجمن)

۱۸۶۰ء فروری



(۵) آدھا نے میں نہ کرو:

(۱) نگل (۲) بجل (۳) سخاوت (۴) فروخت

سوال ۳: درج ذیل خالی جگہ میں درست لفظ لکھ کر پُر کیجیے:

(الف) یہاں پورہ ہے جو.....یہاں ہے وہ اور کہاں۔

(ب) شہر سے سو قدم پر ایک دریا ہے۔

(ج) کیوں صاحب ہی رہو گے۔

(د) میں اس میں صرف خطوں کے بھروسے جلتا ہوں۔

(۵) چشمہ آب حیات کی کوئی اس میں ملی ہے۔

سوال ۴: درست پیان پر (✓) کا نشان لگائیے:

(الف) جس کا خط آیا، میں نے جانا کہ وہ شخص تشریف لایا۔ ()

(ب) غالب کے خط رسمی انداز کے ہوتے ہیں۔ ()

(ج) غالب نے خط لکھنے کا نیا انداز ایجاد کیا۔ ()

(د) خطوط غالب سے اردو نثر کو بہت فائدہ ہوا۔ ()

سوال ۵: درج ذیل الفاظ اپنے جملوں میں استعمال کیجیے:

ہر کارہ - تردد - عبث - اطراف و جوانب - بجل

سوال ۶: اپنے درست کو خط لکھیے جس میں کسی پنک کا احوال درج ہو۔

سرگرمیاں

(۱) طلبہ اخبارات کا مطالعہ کریں اور کسی کالم پر اپنی رائے تحریر کریں۔

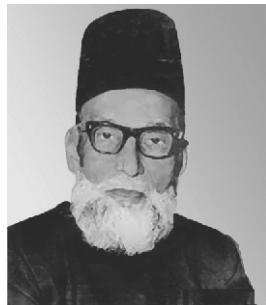
(۲) طلبہ شہر کے ناظم کو علاقے کی صفائی کے بارے میں درخواست لکھیں۔

ہدایات برائے اساتذہ:

(۱) طلبہ کو خط اور درخواست کے چند نمونے فراہم کیجیے۔

(۲) درخواست لکھنے وقت طلبہ کی رہنمائی کیجیے۔





مولوی محمد امیل میرٹھی

ولادت: ۱۸۲۳ء وفات: ۱۹۶۷ء

مولوی محمد امیل میرٹھی ہندوستان کے شہر میرٹھ میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم میرٹھی میں پائی۔ پھر عربی اور فارسی کے استاد کی حیثیت سے میرٹھ اور سہارن پور کے اسکولوں میں خدمات انجام دیں۔ آخر میں آگرے میں سینٹرل نارمل اسکول میں استادوں کو تربیت دیتے رہے۔ وہاں سے رٹائرڈ ہو کر واپس میرٹھ آگئے اور یہیں انتقال فرمایا۔

امیل میرٹھی کا شمار بچوں کے اہم شاعروں میں ہوتا ہے۔ بچوں اور نوجوانوں کے لیے بہت سی اصلاحی اور اخلاقی نظمیں لکھیں۔ آپ کی شاعری، زبان کی پاکیزگی اور بیان کی سادگی کا نہایت عمدہ نمونہ ہے۔ آپ کی نظمیں ہندوستان اور پاکستان کی درسی کتابوں میں پڑھائی جاتی رہی ہیں۔ آپ کا سارا کلام ”کلیاتِ امیل“ کے نام سے شائع ہو چکا ہے۔ درسی کتاب میں شامل ”حمد“، اسی کلیات سے لی گئی ہے۔



حَمْد

حاصلاتِ تعلم: نظم پڑھ کر طلبہ: (۱) مصروع اور شعر کی تعریف بیان کر سکیں اور نشان دہی کر سکیں۔ (۲) نظم کا مرکزی خیال بیان کر سکیں۔ (۳) حمد کو ترمیم سے پڑھ سکیں۔

وہ زنجیر کیا ہے کشش باہمی
نہ اس میں خلّ ہو نہ بیشی کی
ہے ان سب کا آئین ایجاد ایک
ہُنر ایک ہے اور استاد ایک

(مانوڈا ز لکھیاں اسماعیل میرٹھی)



سوال۱: درج ذیل سوالات کے جواب دیجیے:

- (الف) نظم میں ”چھت“ سے کیا چیز مراد ہے؟
- (ب) شاعر نے زنجیر کے کہا ہے؟
- (ج) ”عل و گہر“ سے شاعر کی کیا مراد ہے؟
- (د) اللہ تعالیٰ کی قدرت کن باتوں سے ظاہر ہوتی ہے؟
- (ه) حمد کے دوسرے، پانچویں اور آخری شعر کی وضاحت کیجیے۔

سوال۲: اس حمد کا مرکزی خیال بیان کیجیے۔

سوال۳: خالی جگہوں میں مناسب لفظ لکھیے:

- (الف) بندھے ہیں سخت زنجیر سے
- (ب) وہ کیا ہے؟ کشش باہمی
- (ج) بنائی ہے تو نے یہ کیا چھت
- (د) یہ تیری ہی کے سب کھیل ہیں
- (ه) تصور تری کا ہے مجال

خدا یا نہیں کوئی تیرے سوا
اگر تو نہ ہوتا، تو ہوتا ہی کیا؟
تصوّر تری ذات کا ہے مجال
کسے یہ سکت اور کہاں یہ مجال
بنائی ہے تو نے یہ کیا خوب چھت
کہ ہے سارے عالم کی جس میں کھپت
یہ تارے جو ہیں آتے جاتے ہوئے
چمکتے ہوئے جگمگاتے ہوئے
چراغ ایسے روشن جو بن تیل ہیں
یہ تیری ہی قدرت کے سب کھیل ہیں
یہ عل و گہر ہیں جو بکھرے پڑے
زمیں سے بھی ہیں اُن میں اکثر بڑے
یہ قائم ہیں تیری ہی تقدیر سے
بندھے ہیں بہم سخت زنجیر سے

☆ آپ اس حمد کے پہلے دو مصروع غور سے پڑھیے۔ آپ نے دیکھا کہ یہ دونوں ایک خاص وزن اور آواز رکھتے ہیں۔ اس طرح کے چند عامی لفظوں پر مشتمل مصروعوں یا کلام کو شعر کہا جاتا ہے۔ ہر شعر کے دو حصے ہوتے ہیں اور ہر حصے کو مصروع کہا جاتا ہے۔ پہلے مصروع کو مصروع اولی اور دوسرا مصروع ثانی کہتے ہیں۔

مثال: **لے خدا یا نہیں کوئی تیرے سوا** (مصروع اولی)
اگر تو نہ ہوتا تو ہوتا ہی کیا (مصروع ثانی)

” ” یہ تنہا شعر کی علامت ہے اور ”ع“ مصروع کی علامت ہے۔

سوال: جوابات دیجیے:

(الف) اس حمد میں کل کتنے مصروع اور کتنے شعر ہیں؟
(b) کسی اور نظم کا ایک شعر لکھ کر مصروع اولی اور مصروع ثانی کی نشان دہی کیجیے۔

سوال: درج ذیل سوالات میں سے درست جواب پر (✓) کا نشان لگائیے:

(الف) ایک شعر میں مصروع ہوتے ہیں:

- (۱) دو (۲) چار
(۳) چھ (۴) آٹھ

(ب) حمد کے چوتھے شعر میں بن تیل کے چراغوں سے مراد ہے:

- (۱) پھول (۲) ستارے
(۳) بلب (۴) بیبرے

(ج) اس دنیا کی ہر چیز قائم ہے:

- (۱) تدیر سے (۲) تکبیر سے
(۳) زنجیر سے (۴) تقدیر سے

(د) اس نظم میں لفظ آئین کا مطلب ہے:

(۱) طریقہ (۲) قانون

(۳) ضابطہ (۴) اصول

(ه) کائنات میں سب کھیل ہیں:

(۱) ہمت کے (۲) قدرت کے

(۳) عزت کے (۴) فرصت کے

سرگرمیاں

(۱) طلبہ اللہ تعالیٰ کی شان، قدرت اور صفات کے بارے میں بیس جملوں پر مشتمل چارٹ تیار کر کے کلاس میں آؤ یا زیارت کریں۔
(۲) طلبہ یہ حمد ترجمہ سے پڑھیں۔

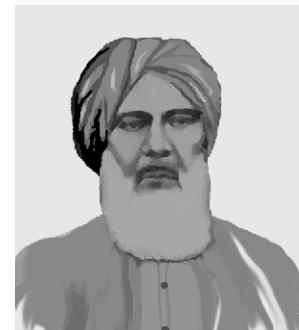
﴿ حمودہ نظم ہے جس میں اللہ سبحان، و تعالیٰ کی تعریف بیان کی جاتی ہے۔

﴿ منشوی اس مسلسل نظم کو کہتے ہیں جس میں ہر شعر کے دونوں مصروع ہم قافیہ ہوتے ہیں اور ہر شعر کے قافیے الگ الگ ہوتے ہیں۔

ہدایات برائے اساتذہ:

(۱) طلبہ کو حمد کی تعریف سے آگاہ کیجیے۔ (۲) دیگر شعراء کے منتخب حمد یا اشعار طلبہ کو یاد کرائیے۔ (۳) تنہا شعر اور مصروع کی علامت کے استعمال پر طلبہ کو متوجہ کیجیے۔





امیر مینائی

ولادت: ۱۸۲۹ء وفات: ۱۹۰۰ء

امیر احمد مینائی لکھنؤ کے ایک دینی و علمی خانوادے میں پیدا ہوئے۔ آپ نے طب، لسانیات، تصوف، فلسفہ، فقہ، منطق، تاریخ، موسیقی، ریاضی اور قانون کے علوم حاصل کیے۔ آپ کا شمار بڑے علماء میں کیا جاتا ہے۔ آپ کواردو، فارسی اور عربی زبان پر عبور حاصل تھا۔ آپ نے حمد، نعت، مثنوی، قصیدے اور غزل میں اظہار خیال کیا مگر خاص وجہ شہرت نقیبہ شاعری ہے۔ آپ کی شاعری عوام میں بہت مقبول ہے۔ آپ کی کتب ”انتخاب بیادگار، صنم خانہ عشق، امیر اللغات، مرأۃ الغیب، مینائے بخن، خیابان آفرینش اور حماید خاتم النبیین“، قابل ذکر ہیں۔ آپ اپنی کتاب ”امیر اللغات“ کی اشاعت کے لیے حیدر آباد (دکن) گئے اور وہیں اس دارفانی سے کوچ کر گئے۔ اس طرح تاریخ نعت گوئی کی عظیم شخصیت ہم سے جدا ہو گئی۔

نعت

حاصلاتِ تعلّم: یہ قلم پڑھ کر طلبہ: (۱) حمد و نعت اور منقبت میں فرق جان سکیں۔ (۲) قافیے کی تعریف بیان کر سکیں اور نشان دہی کر سکیں۔ (۳) نعت کا مرکزی خیال بیان کر سکیں۔

خلق کے سرور، شافعِ محشر صَلَّی اللہُ عَلَیْهِ وَاٰلَمْ
مُرْسَلِ دَاوَر، خاص پیغمبر صَلَّی اللہُ عَلَیْهِ وَاٰلَمْ
نُورِ جُسمَّ، ثَمَّ عَظَمُ، سَرورِ عَالَمُ، مُونِسِ آدَمَ
نُوحَ کے هَمِ دَم، خَضْرَ کے رَهْ بَرَ صَلَّی اللہُ عَلَیْهِ وَاٰلَمْ
بَحْرِ سخاوت، کَانِ مُرْوَّت، آیَةَ رَحْمَت، شافعِ اُمَّتٍ
مَالِکِ جَنَّت، قَاسِمِ کوثر صَلَّی اللہُ عَلَیْهِ وَاٰلَمْ
رَهْ بِرِ مُوتَّی، ہادِی عَیَّسَیٰ، تارِکِ دُنْیَا، مَالِکِ عُقَبَیٰ
ہاتھ کا تکیہ، خاک کا بُسْتَر صَلَّی اللہُ عَلَیْهِ وَاٰلَمْ
مَهْر سے مَمْلُو ریشه ریشه، نعت امیر اب اپنا ہے پیشہ
ورد ہمیشہ رہتا ہے اکثر صَلَّی اللہُ عَلَیْهِ وَاٰلَمْ

(ما خواز: ”محمد خاتم النبیین“، امیر مینائی)



مشق

سوال ۱: درج ذیل سوالات کے جواب دیجیے:

(الف) رسول اکرم ﷺ کو آئی رحمت کیوں کہا گیا ہے؟

(ب) اس نعت میں کون سے نبیوں کا نام آیا ہے؟

(ج) قاسم کوثر سے کیا مراد ہے؟

(د) حمد اور نعت میں کیا فرق ہے؟

(ه) نعت کے پہلے اور تیسرے شعر کی تشریح کیجیے۔

سوال ۲: اس نعت کا مرکزی خیال بیان کیجیے۔

سوال ۳: نعت کے مطابق کالم "الف" کے الفاظ کالم "ب" سے ملائیے:

"الف"	"ب"
خلق کے	بستر
نوح کے	تکیہ
حضر کے	ہم دم
ہاتھ کا	رہبر
خاک کا	سرور

یہ اشعار غور سے پڑھیے:

خلق کے سرور، شافعِ محشر صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلَہُ وَسَلَّمَ
مرسل داور، خاص پیغمبر صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلَہُ وَسَلَّمَ
نورِ جسم، نَبِیْرِ عظیْم، سَرَوِرِ عَالَم، مُوسِیْ آدَم
نُوح کے ہم دم، حضر کے رہ بر صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلَہُ وَسَلَّمَ
ان اشعار میں محشر، پیغمبر اور رہ بر کے الفاظ قافیے ہیں اور "صلی اللہ علیہ وسلم" "ردیف"
ہے۔ وہ لفظ یا الفاظ جو قافیے کے بعد آتے ہیں، ردیف کہلاتے ہیں۔ یاد رہے کہ بعض

اوقات کوئی شعر قافیے ہی پر مکمل ہو جاتا ہے، کیوں کہ شعر کے لیے قافیہ ضروری ہے،
ردیف لازم نہیں۔

وہ حروف و حرکات جو اشعار کے آخر میں آئیں، قافیہ کہلاتے ہیں۔ قافیہ کے حروف
تبدیل ہوتے ہیں۔

سوال ۴: درج ذیل سوالات کے جواب دیجیے:

(الف) شام اور نام کے پانچ قوانین درج کیجیے۔

(ب) امیر بینائی کی نعت میں کون کون سے قافیہ استعمال ہوئے ہیں؟

(ج) ردیف کون سے الفاظ ہوتے ہیں؟

سوال ۵: درست جواب پر (✓) کا نشان لگائیے:

(الف) شاعر نے رسول اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلَہُ وَسَلَّمَ کو نوح کا کہا ہے:

(۱) دوست (۲) بزرگ

(۳) ہم دم (۴) رہبر

(ب) شاعر نے بُجُر سخاوت کہا ہے:

(۱) حضرت آدم کو (۲) حضرت موسیٰ

(۳) حضرت عیسیٰ (۴) حضرت محمد صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلَہُ وَسَلَّمَ

(ج) نعت میں توصیف کی جاتی ہے:

(۱) اللہ تعالیٰ کی (۲) رسول اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلَہُ وَسَلَّمَ کی

(۳) انبیاء کرام کی (۴) صحابہ کرام کی

(د) تارک دنیا سے مراد ہے:

(۱) دنیا کو چاہنے والا (۲) دنیا سے بے زار

(۳) دنیا کو چھوڑنے والا (۴) دنیا میں مصروف

- (۵) اس نعت میں مذکور انبیاء کی تعداد ہے
 (۱) چار (۲) پانچ
 (۳) سات (۴) چھے



(۱) طلبہ نعتِ ترجمہ سے پڑھیں۔

(۲) طلبہ کوئی ایک نعت یا مختلف نعمتوں کے پانچ اشعار یاد کریں۔

✿ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعریف جس نظم میں کی جائے اسے نعت کہتے ہیں۔

ہدایات برائے اساتذہ:

- (۱) طلبہ کو نعت لکھنے، پڑھنے اور سننے کے آداب سے آگاہ کیجیے۔
 (۲) یہ نعت طلبہ سے کورس کی صورت میں پڑھوایے۔
 (۳) حمد، نعت اور منقبت میں فرق طلبہ کو سمجھائیے۔



نظیرا کبرآ بادی

ولادت: ۱۸۳۵ء وفات: ۱۸۳۰ء

نظیرا کبرآ بادی کا نام ولی محمد اور تخلص نظیر تھا۔ ولی میں پیدا ہوئے۔ آپ کی والدہ گورنر آگرہ نواب سلطان کی بیٹی تھیں۔ احمد شاہ عبدالی نے جب ولی پر حملہ کیا تو آپ اپنی والدہ اور دادی کے ہمراہ اکبرآ باد چلے آئے، اس نسبت سے اکبرآ بادی کہلائے۔ اردو اور فارسی زبان پر انھیں دست رس حاصل تھی۔ اس کے علاوہ عربی، پوربی، ہندی اور پنجابی زبانوں میں بھی مہارت رکھتے تھے۔

نظیر اردو کے پہلے شاعر ہیں جنہوں نے نظمیہ شاعری کو فروغ دیا۔ آپ کی شاعری کے موضوعات انسان، فطرت، سماج وغیرہ ہیں۔ وہ ایک خالص عوامی شاعر تھے۔ یہی وجہ ہے کہ ان کی شاعری میں تیوہار، فطرت، سماج اور معاش کے منتف پہلوؤں کو موثر انداز میں پیش کیا گیا ہے۔ ”برسات کی بہاریں، آدمی نامہ، ہنس نامہ اور بخارہ نامہ“ وغیرہ ان کی معروف نظمیں ہیں۔ ”کلیاتِ نظیرا کبرآ بادی“ اردو ادب کا عظیم سرمایہ ہے۔



برسات کا تماشا

حاصلاتِ تعلم: نظم پڑھ کر طلبہ: (۱) درست اب و لجھ اور صحیح تلفظ سے نظم پڑھ سکیں۔
 (۲) ساخت کے لحاظ سے نظم کی بیت بتائیں۔ (۳) بند کی تعریف کر سکیں۔

خورشید گرم ہو کر نکلا ہے اپنے گھر سے
 لیتا ہے مول بادل کر کر تلاش، زر سے
 آئی ہوا بھی لے کر بادل کو ہر نگر سے
 آدھے آسائی تو اب دشمن کے گھر سے بُرسَت
 آیا! چل کے دیکھیں برسات کا تماشا

قادم صبا کے دوڑے ہر طرف مُنْه اٹھا کر
 ہر کوہ و دشت کو بھی کہتے ہیں یوں سنا کر
 ہاں سبز جوڑے پہنو ہر دم نہا نہا کر
 کوئی دم کو میگھ راجا دیکھے گا سب کو آ کر
 آیا! چل کے دیکھیں برسات کا تماشا

جب یہ نوید پُنجی صمرا میں ایک باری
 ہونے لگی وہاں پھر برسات کی تیاری
 چشمیں میں کوہ کے بھی ہوئی سب کی انتظاری
 موسم کے جانور بھی آتے ہیں باری باری
 آیا! چل کے دیکھیں برسات کا تماشا

سالون کے بادلوں سے پھر آ گھٹا جو چھائی
 بجلی نے اپنی صورت پھر آن کر دکھائی
 ہو مَست رَعد گرجا کوئی کی گُوك آئی
 بدھی نے کیا مزے کی یم جھنم جھٹری لگائی
 آیا! چل کے دیکھیں برسات کا تماشا

کالی گھٹا ہے ہر دم، بر سے ہیں مینھ کی دھاریں
 اور جس میں اُڑ رہی ہیں بگلوں کی سو قطاریں
 کوئیل پیسے گوکیں اور گُوك کر پکاریں
 اور مور مَست ہو کر جوں گوکلا چتکھاریں

آیا! چل کے دیکھیں برسات کا تماشا
 بنگلے سمجھوں نے ہر جا اونچے چھوائے زر، دے
 میوے مٹھائی انہے انگور اور سردے
 پکوان تازے تازے خاصے، پلاو، زردے
 بُرسَت ہے اب باراں کھلوا دیے ہیں پُردے

آیا! چل کے دیکھیں برسات کا تماشا

(ماخوذ از: ”کلیاتِ نقیر اکبر آبادی“)

